جلد ۲۰ شمارہ ۵

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ہجرت ۱۳۵۸ ہش

مئی ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر

سید عبدالحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر
آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ہجرت ۱۳۵۸ ہش
ربیع الثانی ۱۳۹۹ ھ
مئی ۱۹۷۹ء

ایڈیٹر
[illegible]

قیمت سالانہ .... بارہ روپے

فہرست مضامین

پبلشر ..... چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ..... ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت ..... دفتر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد [illegible] | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ [illegible]

ہجرت ۱۳۵۸ ہش

جماعت میں نمایاں اخلاقی تبدیلی مطلوب ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جو شخص اپنے ہمسایہ کو اپنے اخلاق میں تبدیلی دکھاتا ہے کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے وہ گویا ایک کرامت دکھاتا ہے۔ اس کا اثر ہمسایہ پر بہت اعلیٰ درجہ کا پڑتا ہے ہماری جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ترقی ہوگئی ہے۔ اور تہمت لگاتے ہیں کہ افتراء، غیظ و غضب میں مبتلا ہیں۔ کیا یہ ان کے لئے باعث ندامت نہیں؟ انسان تو سمجھ کر اس سلسلہ میں آیا تھا جیسا کہ ایک رشید فرزند اپنے باپ کی نیک نامی ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ بیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور اسی لئے آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین کہا گیا ہے۔ گویا کہ حضور عامۃ المومنین کے باپ ہیں جسمانی باپ زمین پر لانے کا موجب ہوتا ہے اور حیات ظاہری کا باعث۔ مگر روحانی باپ آسمان پر لے جاتا ہے اور اس مرکز اصلی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے؟ طوائفوں کے ہاں جاوے۔

اور قمار بازی کرتا پھرے، شراب پیوے اور ایسے افعالِ قبیحہ کا مرتکب ہو جو باپ کی بدنامی کا موجب ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جو اس فعل کو پسند کرے لیکن جب وہ ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر زبانِ خلق بند نہیں ہو سکتی۔ لوگ اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں بدکام کرتا ہے۔ پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی باپ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے۔ اور اس سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال نہیں رکھتا۔ اور اس کے خلاف کرتا ہے۔ تو وہ عند اللہ ماخوذ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتا بلکہ دوسروں کے لئے ایک بُرا نمونہ ہو کر ان کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔ پس جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت ہے خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پوری قوت اور ہمت سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں عاجز آجاؤ وہاں صدق اور یقین سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ خشوع اور خضوع سے اٹھائے ہوئے ہاتھ جو صدق اور یقین کی تحریک سے اٹھتے ہیں خالی واپس نہیں ہوتے۔ ہم تجربہ سے کہتے ہیں کہ ہماری ہزارہا دعائیں قبول ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔

یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر ابنائے جنس کے لئے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا وہ بخیل ہے۔ اگر میں ایک راہ دیکھوں جس میں بھلائی اور خیر ہے تو میرا فرض ہے کہ میں پکار پکار کر لوگوں کو بتلاؤں۔ اس امر کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے کہ کوئی اس پر عمل کرتا ہے یا نہیں ؏

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

اگر ایک شخص بھی زندہ طبیعت کا نکل آوے تو کافی ہے۔ میں یہ بات کھول کر بیان کرتا ہوں کہ میرے مناسبِ حال یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ میں آپ لوگوں کو کہتا ہوں میں ثواب کی نیت سے کہتا ہوں۔ نہیں۔ میں اپنے نفس میں انتہا درجہ کا جوش اور درد پاتا ہوں۔ گو وہ وجوہ نامعلوم ہیں کہ کیوں یہ جوش ہے مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ میں روک نہیں سکتا۔ اس لئے آپ لوگ ان باتوں کو ایسے آدمی کی دعا سمجھو کہ گر پھر شاید نصیب نہ ہو۔ ان پر ایسے کاربند ہوں کہ ایسا نہ ہو وہ رات آ جاوے کہ تم ہے دور میں اپنے قدم اور قول سے سمجھو۔ اگر یہ بات نہیں ہے اور [illegible]

ہے تو پھر مجھے بتلاؤ کہ یہاں آنے کا کیا مطلب ہے۔ میں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا۔ نمایاں تبدیلی مطلوب ہے۔ تاکہ مخالف شرمندہ ہوں۔ اور لوگوں کے دلوں پر یک طرفہ روشنی پڑے۔ اور وہ نا امید ہو جاویں کہ یہ مخالف ضلالت میں پڑے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریر آکر تائب ہوئے وہ کیوں؟ اس عظیم الشان تبدیلی نے جو صحابہ میں ہوئی اور ان کے واجب التقلید نمونوں نے ان کو شرمندہ کیا۔

عکرمہ کا حال تم نے سنا ہوگا احد کی مصیبت کا بانی مبانی یہی تھا اور اسی کا باپ ابو جہل تھا۔ لیکن آخر اسے صحابہ کرام کے نمونوں نے شرمندہ کر دیا۔ میرا مذہب یہ ہے کہ خوارق نے ایسا اثر نہیں کیا۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاک نمونوں اور تبدیلیوں نے لوگوں کو حیران کیا۔ لوگ حیران ہو گئے کہ ہمارا اچھا زاد کہاں سے کہاں پہنچا۔ آخر انہوں نے اپنے آپ کو دھوکہ سمجھا۔

عکرمہ نے ایک وقت ذات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا اور دوسرے وقت لشکر کفار کو درہم برہم کیا۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ نے جو پاک نمونے دکھائے ہیں۔ ہم آج فخر کے ساتھ ان کو دلائل اور آیات کے رنگ میں بیان کر سکتے ہیں۔ چنانچہ عکرمہ کا نمونہ ہی دیکھو کہ کفر کے دنوں میں کفر عجب وغیرہ خصائل بد اپنے اندر رکھتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ بس چلے تو اسلام کو دنیا سے نابود کر دے مگر جب خدا تعالے کے فضل نے اس کی دستگیری کی اور وہ مشرف باسلام ہوا۔ تو ایسے اخلاق پیدا ہوئے کہ وہ عجب اور پندار نام تک کو باقی نہ رہا۔ اور فروتنی اور انکسار پیدا ہوا کہ وہ انکسار حجۃ الاسلام ہو گیا۔ اور صداقت اسلام کے لئے ایک دلیل ٹھہرا۔

ایک موقعہ پر کفار سے مقابلہ ہوا۔ عکرمہ لشکر اسلام کا سپہ سالار تھا۔ کفار نے بہت سخت مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ لشکر اسلام کی حالت قریب شکست کھانے کے ہو گئی۔ عکرمہ نے جب دیکھا تو گھوڑے سے اترا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ کیوں اترتے ہیں۔ شاید ادھر ادھر ہونے کا وقت ہو تو گھوڑا مدد دے۔ تو اس نے کہا اس وقت مجھے وہ زمانہ یاد آ گیا ہے جب میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ جان دے کر گناہوں کا کفارہ کروں۔

[illegible]

کہ خدا تعالےٰ کی رضا ان لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے۔ جو اس کی رضا اپنے اندر جمع کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جا بجا ان کو رضی اللہ عنھم کہا ہے۔ میری نصیحت یہ ہے کہ ہر شخص ان اخلاق کی پابندی کرے۔

علاوہ ازیں دو اور حصے بھی ہیں جن کو مدِنظر رکھنا صادق اخلاص مند کا کام ہونا چاہیئے۔ ان میں سے ایک عقائد صحیحہ کا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا کمال فضل ہے کہ اس نے کامل اور مکمل عقائد کی راہ ہم کو اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بدوں مشقت و محنت کے دکھائی ہے وہ راہ جو آپ لوگوں کو اس زمانہ میں دکھائی گئی ہے۔ بہت سے عالم ابھی تک اس سے محروم ہیں پس خدا تعالےٰ کے اس فضل اور رحمت کا شکر کرو۔ اور وہ شکر یہی ہے کہ سچے دل سے ان اعمال صالحہ کو بجا لاؤ جو عقائد صحیحہ کے بعد دوسرے حصہ میں آتے ہیں اور اپنی عملی حالت سے مدد لے کر دعا مانگو۔ کہ وہ ان عقائد صحیحہ پر ثابت قدم رکھے۔ اور اعمال صالحہ کی توفیق بخشے۔ ۔۔۔۔

القصہ میں پھر تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تم جو میرے ساتھ ایک سچا تعلق پیدا کرتے ہو۔ اس سے یہی غرض ہے کہ تم اپنے اخلاق میں۔ عادات میں ایک نمایاں تبدیلی کرو۔ جو دوسروں کے لئے ہدایت اور سعادت کا موجب ہو۔"

(تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

حقیقی بہشت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حقیقی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کی فطرت حاصل کی جائے کہ خدا تعالےٰ کی محبت اور اطاعت کسی جزا اور سزا کے خوف اور امید کی بناء پر نہ ہو بلکہ فطرت کا طبعی خاصہ اور جزو ہو کر ہو۔ پھر وہ محبت۔ بجائے خود اس کے لئے بہشت پیدا کر دیتی ہے۔ اور حقیقی بہشت یہی ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۸۳)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وہ نیک عمل دکھاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو

"سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مریگا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے۔ جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آجاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آجاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

مقامِ مسیحِ موعود علیہ السلام

أقولُ ولا أخشى فإنّي مسيحُه ... ولو عند هذا القولِ بالسيفِ أُنحَرُ

وقد جاء في القرآنِ ذكرُ فضائلي ... وذكرُ ظهوري عند فِتنٍ تَشوَّرُ

وما أنا إلّا مرسلٌ عند فتنةٍ ... فردَّ قضاءَ اللهِ إن كنتَ تقدرُ

تخيّرني الرحمٰنُ من بين خلقِه ... لهُ الحكمُ يقضي ما يشاءُ ويأمرُ

ووَاللهِ ما أفري وإنّي لصادقٌ ... وإنّ سنا صدقي يلوحُ ويبهرُ

تراءتْ لنا كالشمسِ صفوةُ أمرِنا ... وأروتْ حدائقَنا عيونٌ تُنضِّرُ

(نور الحق)

- میں بغیر کسی خوف کے کہتا ہوں کہ میں خدا کا مسیح ہوں۔ اگر اس قول پر مجھے تلوار سے بھی ذبح کیا جائے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں
- قرآن کریم میں میرے فضائل کا ذکر موجود ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ میرا ظہور پُر آشوب فتنوں کے وقت ہوگا۔
- اور فتنوں کے وقت ہی مجھے بھیجا گیا ہے۔ اگر تم میں قدرت ہے تو خدا کی قضا کو بدل کے دکھا دو۔
- خدائے رحمٰن نے خود مجھے اپنی مخلوق میں سے منتخب فرمایا ہے حکم اسی کا ہے۔ وہ جو چاہے فیصلہ فرماتا ہے۔
- خدا کی قسم میں افترا نہیں کر رہا۔ میں یقیناً سچا ہوں۔ اور میری سچائی کا نور چمک رہا ہے۔
- ہمارے امر کی صفائی ہم پر آفتاب کی طرح ظاہر ہو گئی ہے۔ اور ہمارے روحانی باغات کو تازگی بخش چشموں نے سیراب کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

ہمارا موقف

ما مسلمانیم از فضلِ خدا　　مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم　　ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست　　بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام　　دامنِ پاکش بدست ما مدام
مہرِ او باشیر شد اندر بدن　　جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام　　ہر نبوت را بروشد اختتام

(سراج منیر)

- ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے امام اور پیشوا ہیں۔
- جب ہم اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے تو اسی دین پر پیدا ہوئے تھے۔ اور ہم (انشاء اللہ) اسی دین پر دنیا سے کوچ کریں گے
- خدائے حق تعالےٰ کی وہ کتاب جس کا نام قرآن ہے۔ ہماری ساری شراب معرفت اسی جام سے پیتے ہیں۔
- وہ رسول جس کا نام محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس کا پاک دامن ہر وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔
- اسکی محبت ماں کے دودھ کے ساتھ ہمارے بدن میں داخل ہوئی۔ اور یہ محبت روح بن گئی اور روح کے ساتھ ہی جسم سے باہر نکلے گی۔
- ۱ وہ خیر الرسل تمام مخلوقات میں سے بہترین قرار پایا۔ ہر نبوت اس کی ذات پر ختم ہو گئی۔

مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر استاذ الجامعہ

۳۱۳ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۲۱۔ حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب بھیروی خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

(۱)

حضرت مولوی صاحب تقریباً ۱۸۴۱ء میں بمقام بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام حضرت حافظ غلام رسول صاحب اور والدہ صاحبہ کا نام نور بخت تھا۔ آپ کا نسب نامہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ اعوان قوم سے تھیں جن کا مورث اعلیٰ مورخین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قرار دیا ہے۔

حضرت مولوی صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ آپ نے والدہ ماجدہ سے قرآن کریم ناظرہ اور چند کتب فقہ کی جو پنجابی زبان میں تھیں پڑھیں فارسی اور عربی کی تعلیم آپ نے لاہور آ کر حاصل کی

۱۸۵۸ء میں آپ نے نارمل کلاس کا امتحان راولپنڈی میں دیا۔ اور پنڈ دادنخان میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہو گئے۔ اس جگہ آپ نے چار سال تک ملازمت کی۔

آپ کے گھر کا ماحول دینی تھا۔ والد ماجد بھی متدین تھے۔ اور والدہ ماجدہ ہر وقت قرآن کریم کا ورد کرتیں۔ والد ماجد کے شوق اور ارشاد کے پیش نظر عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ نے رام پور، لکھنؤ، بھوپال، مراد آباد اور ہندوستان کے دیگر علمی مقامات کا دورہ فرمایا اور آپ نے اس سفر میں علم طب بھی حاصل کیا۔

قیام بھوپال کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج بیت اللہ کی بھی توفیق عطا فرمائی

سے واپسی پر آپ اپنے وطن مالوف بھیرہ میں تشریف لے آئے:

(۲)

بھیرہ کا ایک ہندو متھرا داس ریاست کشمیر میں ملازم تھا۔ اس نے مہاراجہ کشمیر سے حضرت مولوی صاحب کی طب میں مہارت اور کمال کا ذکر کیا۔ مہاراجہ نے متھرا داس کو کہا۔ کہ تم بھیرہ جا کر مولوی صاحب کو جموں آنے پر آمادہ کرو۔ چنانچہ یہ شخص بھیرہ آیا اور حضرت مولوی صاحب سے تمام احوال و کوائف بیان کئے۔ کشمیر کی ملازمت کے متعلق آپ کو پہلے بشارت دی گئی تھی جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مجھے خواب میں ملے اور فرمایا کیا تو کشمیر دیکھنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ چل پڑے اور میں پیچھے پیچھے تھا۔ یا نہال کے راستے ہم کشمیر گئے۔"

اس رؤیا سے بھی آپ کو کشمیر جانے کی رغبت ہوئی۔ چنانچہ آپ کشمیر تشریف لے گئے اور وہاں آپ راجہ کے شاہی طبیب مقرر ہو گئے۔ اس وقت کے لحاظ سے آپ بڑی اعلیٰ تنخواہ لیتے تھے۔ اور آپ کی تنخواہ کا اکثر حصہ بیواؤں۔ مساکین اور فقراء پر خرچ ہوتا تھا۔ آپ نے کشمیر میں قریباً دس سال تک قیام کیا۔

مسیح موعود علیہ السلام سے پورا تعارف حاصل ہوا۔ ایک شخص رکن الدین نامی جو ضلع گورداسپور کے باشندہ تھے اور جموں میں ایک ہندو رئیس کی جائیداد کے مختار اور منتظم تھے سے آپ کو معلوم ہوا کہ ایک گاؤں قادیان میں مرزا غلام احمد نے اسلام کی حمایت اور دفاع میں رسالے تحریر کئے ہیں۔ ان میں براہین احمدیہ کا بڑا شہرہ تھا۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب نے حضور کی خدمت میں عریضہ تحریر کر کے حضور سے کتب منگوائیں۔ (حیات احمد جلد چہارم)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انفاس قدسیہ اور آپ کی کتب کا مطالعہ کر کے حضرت مولوی صاحب اپنے محبوب کی ملاقات کے لئے بے تاب ہو گئے چنانچہ آپ حضور کی ملاقات کے لئے مارچ ۱۸۸۵ء سے کچھ پہلے قادیان تشریف لے گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

"ھٰذا دعائی"

یہ میری دعا کا نتیجہ ہے اور آپ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا روحانی اور نورانی مبارک چہرہ دیکھتے ہی قربان ہو گئے۔ حضرت مولوی صاحب کو اپنا مقصود و مطلوب مل گیا تھا۔

حضرت مولوی صاحب نے کئی مرتبہ حضور سے بیعت لینے کی خواہش کا ذکر کیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر دفعہ یہی جواب دیا کہ مجھے ابھی حکم نہیں ہوا۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بیعت لینے کا حکم ہوا تو آپ نے اس کا اعلان

فرمایا: اعلان بیعت کے بعد حضرت مولوی صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں آپ کے دعوے کی تصدیق کرتے ہوئے ایک مکتوب تحریر کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مکتوب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے دعوے کی تصدیق میں کہ میں مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے۔
اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْنَ۔ (ازالہ اوہام)

چنانچہ جب مارچ ۱۸۸۹ء میں بمقام لدھیانہ حضرت صوفی احمد جان کے مکان پر بیعت اولیٰ ہوئی تو سب سے پہلے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مولوی صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مجھے کونسا مجاہدہ کرنا چاہئے کہ جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی محبت میں ترقی ہو؟ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک کتاب تحریر کریں چنانچہ آپ نے عیسائیوں کے اعتراضات کے رد میں ایک کتاب "فصل الخطاب" تحریر کی جس میں عیسائیوں کے مسموم اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں اور اسلام کی حقانیت اور برتری کو دلائل ساطعہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ یہ کتاب آپ نے قیام کشمیر کے دوران تحریر کی تھی۔ یہ بلند پایہ علمی کتاب اہم [illegible] ہے

(۳)

آ۔ آپ کے علمی مقام اور عالی مرتبہ کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"حضرت مولوی صاحب علوم فقہ اور احادیث و تفسیر میں اعلیٰ درجہ کی معلومات رکھتے ہیں۔ فلسفہ اور طبعی جدید پر عمدہ نظر ہے۔ فن طبابت میں ایک حاذق طبیب ہیں۔ ہر فن کی کتابیں بلاد مصر، عرب و شام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ تیار کیا ہے۔ اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں مناظرات دینیہ میں بھی نہایت درجہ وسیع نظر رکھتے ہیں۔ بہت سی عمدہ کتابوں کے مؤلف ہیں۔ حال ہی میں کتاب تصدیق براہین احمدیہ بھی حضرت ممدوح ہی نے تالیف فرمائی ہے۔ جو ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔"

(فتح اسلام)

ب۔ آپ کے محبت و اخلاص کا ذکر حضور یوں فرماتے ہیں:۔

"ہمارے مخلص اور محبت و اخلاص میں محو مولوی حکیم نورالدین صاحب۔۔۔ تمام دنیا کو پامال کر کے میرے پاس ان فقرا کے رنگ میں آ بیٹھے ہیں کہ

اخص صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے طریق اختیار کر لیا تھا۔"

(ضمیمہ انجام آتھم ص۳۱)

ج۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو آپ کے فقر اور للہیت کے متعلق تحریر فرمایا۔

"بیچارہ نورالدین جو دنیا کو عموماً لات مار کر اس جنگل قادیان میں آبیٹھا ہے۔ بے شک قابلِ رشک نمونہ ہے۔ بہتیری تحریکیں اٹھیں کہ آپ لاہور میں رہیں یا امرتسر میں رہیں۔ دنیاوی فائدہ طبابت کی رو سے بہت ہوگا۔ مگر کسی کی بات انہوں نے قبول نہیں کی۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ انہوں نے سچی توبہ کر کے دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو شفا بخشے اور ہماری جماعت کو توفیق عطا کرے کہ ان کے نمونہ پر چلیں۔" (مکتوبات احمدیہ جلد ۵)

حضرت مولوی صاحب کے اخلاص و دینداری اور یقین و معرفت کی اس سے بڑھ کر اور کیا جامع تعریف ہو سکتی ہے کہ آپ کے مرشد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے متعلق فرمایا :-

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کو محبت اخلاص اور فدائیت کا جو تعلق تھا اس کا اندازہ آپ کے ابتدائی زمانہ کے خط سے واضح ہوتا ہے۔ آپ حضور کی خدمت میں لکھتے ہیں۔

مولانا۔ مرشدنا امامنا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

عالی جناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں رہوں اور امام الزمان سے جس مطلب کے لئے وہ مجدد کیا گیا ہے وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفیٰ دے دوں۔ اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں۔ اور دنیا کو دینِ حق کی طرف بلاؤں اور اس راہ میں جان دوں۔ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں۔ میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیرو مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب کے لئے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمائیے کہ یہ ادنےٰ خدمت بجا لاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔

حضرت پیرو مرشد۔ نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا

تمام خرچ مجھ پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی خدمت میں خرچ ہو۔ مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے۔ اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کو تیار ہوں۔ دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء آپ خلیفۂ اول منتخب ہوئے آپ کی سیرت و حیات عظیم الشان اور زندہ جاوید کارناموں سے پُر ہے۔ آپ نے اپنے زمانۂ خلافت میں خلافت کے استحکام کے لئے دور رس اقدامات کئے۔ قرآنی علوم کے سیکھنے اور سکھانے کا جماعت میں ذوق پیدا کیا۔

۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو قریباً ۷۸ سال کی عمر میں آپ کی دعا کے مطابق ایک صدیق کی طرح آپ کی وفات ہوئی۔ اور آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں اپنے محبوب آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دائیں طرف دفن ہوئے۔

سر سید مرحوم نے آپ کے متعلق کیا خوب تحریر کیا ہے۔

"جاہل جب پڑھ کر ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے۔ مگر جب اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی بننے لگتا ہے۔ پھر ترقی کرے تو اسے صوفی بننا پڑتا ہے۔ سو اس کا جواب میں اپنے مذاق کے موافق عرض کرتا ہوں کہ جب صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدین ہو جاتا ہے۔"

آپ کی وفات پر ملک کے اخبارات اور رسالہ جات نے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اخبار "زمیندار" لاہور نے لکھا

"کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کیا کرتا ہے۔ الحق اپنے تبحر علم و فضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے ہی باکمال تھے۔ افسوس ہے آج ایک زبردست عالم ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔ ہمیں اس حادثہ الم افزا میں اپنے احمدی دوستوں سے جن کے سر پر غم و الم کا پہاڑ ٹوٹ گرا ہے۔ دلی ہمدردی ہے۔" (زمیندار ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ)

میونسپل گزٹ ۱۹ مارچ ۱۹۱۴ء رقمطراز ہے

"وہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک عالم متبحر جیّد فاضل تھے۔ کلام اللہ سے جو آپ کو عشق تھا وہ غالباً بہت کم عالموں کو ہوگا۔"

اخبار وکیل نے لکھا۔

"آپ کے علم و فضل کا ہر شخص معترف تھا۔ اور ان کے حلم و بردباری کا عام شہرہ تھا۔"

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نے لکھا۔

"حکیم صاحب مرحوم ایک نہایت بلند پایہ عالم عامل اور علوم دینیہ کے بہت بڑے خادم تھے...... ایک طبیب حاذق ہونے کی حیثیت سے بھی آپ خلق اللہ کی بہت خدمت

خلافت کے متعلق ارشادات

از حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

بیعت بک جانے کا نام ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو منصب خلافت پر سرفراز ہوئے تھے۔ آپ نے خلیفہ بننے کے بعد سے لے کر اپنی زندگی کے آخری لمحات تک خلافت کی اہمیت اور خلافت سے وابستگی اور اس کے مقام کے احترام کے متعلق اپنی تقریروں اور خطبات میں متعدد واضح ارشادات فرمائے ہیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر جماعت کے بڑے بڑے عمائدین کی طرف سے آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی گئی کہ آپ خلافت کے بار کو سنبھالیں اور بیعت لیں تو آپ نے فرمایا۔

"اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا۔ سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔"

(اخبار "بدر" ۲ جون ۱۹۰۸ء)

پھر فرمایا۔

خلیفہ بنانا خدا تعالےٰ کا کام ہے

"میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کا کام ہے۔ آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ اس خلافتِ آدم پر فرشتوں نے اعتراض کیا .... مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا؟ تم قرآن مجید میں پڑھ لو، آخر انہیں آدم کے لئے سجدہ کرنا پڑا۔ پس اگر مجھ پر کوئی اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو۔ تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدم کی خلافت کے سامنے سربسجود ہو جاؤ۔ تو بہتر ہے۔ اور اگر وہ اِبَاء اور اِسْتِکْبَار کو اپنا شعار بنا کر اِبلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پہ اعتراض کرتا ہے۔ تو سعادت مند فطرت اسے اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کی طرف لے آئے گی۔"

(بدر ۴ رجولائی ۱۹۱۲ء)

مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔

حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر فرمایا:۔

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے جس طرح آدمؑ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو خدا تعالےٰ نے خلیفہ بنایا۔"

(بدر ۴ر جولائی ۱۹۱۲ء)

زندگی کی اصل غرض

اگر کوئی نجات چاہتا ہے تو اللہ کیلئے اپنی زندگی وقف کرے

حضرت مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں ۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے۔ اگر کوئی نجات چاہتا ہے۔ اور حیاتِ طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے۔ اور ہر ایک اس فکر اور کوشش میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی روح بول اٹھے۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا۔ خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی نہیں پا سکتا۔ پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ خدا کے لئے زندگی کا وقف میں اپنی زندگی کی اصل غرض سمجھتا ہوں۔ پھر تم اپنے اندر دیکھو کہ تم میں سے کتنے ہیں جو میرے اس فعل کو اپنے لئے پسند کرتے اور خدا کے لئے زندگی وقف کرنے کو عزیز رکھتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ۱۰۰)

مکرم مسعود احمد صاحب قمر ایم۔اے

میدانِ جنگ میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم

معاہدہ حل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے نہ کہ دھوکہ دینے کے لئے جو عام طور پر دنیا کی قومیں کیا کرتی ہیں۔ لیکن یہاں تو حکم ربانی قرآن مجید میں موجود ہے۔

فَاَتِمُّوْا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ [1]

ان کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو اس کی مدت تک پورا کرو۔

مانٹ بی کا حوالہ مضمون کے شروع میں دیا جا چکا ہے جس میں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ مکہ میں تو محمدؐ ایک نبی کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوئے لیکن مدینہ میں

"نبی اپنے ماحول سے نکلا اور فاتح کی حیثیت سے ابھرا"

کتنا بڑا ظلم ہے جو مانٹ بی سے سرزد ہوا ہے۔ کاش تعصب سے الگ ہو کر وہ دیکھتے کہ وہی محمدؐ جو مادی سامانوں کے لحاظ سے مکہ کا کمزور اور بے یارو مددگار محمدؐ تھا مدینہ میں آ کر اگرچہ صاحبِ حکومت بھی بنا اور مکہ کے کفار کو پے در پے شکستیں بھی دیں۔ اب پھر امن اور قربانی کا علمبردار ہے۔ چودہ سو حاجیوں کی فوج ساتھ لئے جو اس کے اشارہ ابرو کے انتظار میں ہمہ تن تیار کھڑی تھی۔ اور جس نے انہی دنوں حدیبیہ کے میدان میں ہی از سرِ نو عہد وفاداری کی تجدید کی تھی۔ کہ ضرورت پڑنے پر وہ دشمن سے نبرد آزما ہوں گے لیکن چونکہ دشمن حملہ نہیں کر رہا۔ صرف معاہدہ کی آڑ لے کر مسلمان محصورین کو اپنی قید میں رکھنا چاہتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابوجندل اور ان کی طرح دوسرے محصور مسلمانوں کو یہی جواب دیتے ہیں جو کہ ہر ظلم کا نشانہ بننے والے ہیں کس
اور مسلمان ترک کر دیا تھا اور ان تو صبر اور تقویٰ کا

---

[1] قرآن مجید سورۃ توبہ ع ۴

[2] مانٹ بی Muhammad Prophet and Statesman ص ۲۲۷

نام ہے اگر ایمان لائے ہو، تو پھر اس کی خاطر ہر مشکل کو ہر سختی کو برداشت کرو۔ اور امن عامہ میں کسی قسم کا رخنہ نہ پیدا ہونے دو۔

الغرض حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ اس حالت میں جبکہ ان کے دل پژمردہ تھے واپس مدینہ کے لئے کوچ فرماتے ہیں۔ ابھی راہ میں ہی تھے کہ وحیٔ الٰہی نے مژدہ سنایا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

ہم نے تم کو ایک کھلی کھلی فتح بخشی ہے۔

دنیا نے کئی بار مشاہدہ کیا ہے کہ دنیوی اغراض اور سیاسی مصالح کی خاطر جوڑ توڑ کر کے امن کے معاہدے کئے جاتے ہیں اور کمزوروں کو دھوکہ دینے کے بعد طاقتور Peace with honour کا دعوے کرتے ہیں کہ ہم نے عزت وافتخار کے ساتھ امن قائم کر دیا اور پھر ہوتا یہ ہے کہ جہاں اپنی اغراض اور مصالح کے خلاف کوئی بات ہوئی تو امن کے معاہدات نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ چاک بھی کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن امن اور صلح، روحانی اقدار اور انسانی عظمت کو قائم کرنے کی اصل تعلیم حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دی۔ اور اپنے اسوہ سے اس کا قابل عمل ہونا بھی ثابت فرمایا

حدیبیہ میں تو ایسی شرائط منظور فرمائیں۔ جن میں مسلمانوں کو بظاہر خفت محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن دو سال میں حالات نے پلٹا کھایا۔ اب اپنی ہی شرائط کو توڑنے کی پاداش میں مکہ والوں کو سزا دیئے جانے کا وقت آن پہنچا۔

مسلمانوں کا حلیف قبیلہ بنو خزاعہ مظلوم ہے

کفار مکہ نے حدیبیہ کی خلاف ورزی میں بنو بکر کی حمایت کی اور بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اس حالت میں ان کو قتل کیا جبکہ وہ حرم میں پناہ لے چکے تھے۔ آخر بنو خزاعہ نے اپنے حلیف مسلمانوں سے مدد کی اپیل کی۔ اور ان کے نمائندہ عمرو بن سالم نے مدینہ جا کر دہائی دی۔ سے

ان القریش اخلفوك الموعدا
ونقضوا میثاقك المؤكدا
وزعموا ان لست تدعوا احدا
فانصر هداك الله نصرا ابدا
وقتلونا ركعا وسجدا
وزعموا ان لست ادعوا احدا[1]

قریش نے تجھ سے وعدہ خلافی کی اور تیرے ساتھ کیا ہوا مضبوط عہد توڑ دیا۔ اور انہوں نے یقین کر لیا کہ تو کسی نہیں پکارتا۔ پس تو مدد کر اللہ ہمیشہ تجھ کو مدد کی راہ دکھائے ان لوگوں نے ہم کو رکوع اور سجدہ میں ہلاک کیا اور انہوں نے گمان کیا کہ ہم کسی کو مدد کے لئے نہیں پکارتے۔

---

[1] طبری و سیرۃ حضرت خلیفۃ المسیح الاول ... کی کتب قصائد ...

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فریاد سن کر فرمایا۔

نُصرت یا عمرو بن سالم

اے عمرو بن سالم تمہاری مدد کو مَیں آرہا ہوں

گویا آپ کہہ رہے تھے کہ مَیں ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی مدد کو آرہا ہوں اور یہی فطرتِ انسانی کی آواز ہے۔ جیسے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ عیسائیت کے ابتدائی مصنف سینٹ آگسٹن نے ان جنگوں کو صحیح قرار دیا

جو ظلم کے خلاف لڑی جائیں[1]

اور خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی ظالم کو سزا دینے کے اصولی طور پر خلاف نہ تھے۔ ان کے قول سے ظاہر ہے اور یہ بھی پہلے پیش کیا جا چکا ہے کہ

جو کہ تم میں بے گناہ ہے وہی اسے پتھر مارے[2]

اس قول کی روشنی میں بھی بنو خزاعہ کی فریاد پر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ان کے حق میں ظالم کفارِ مکہ کے خلاف اقدام پر آمادگی بالکل صحیح پڑتی ہے کیونکہ حضور نے کبھی عہد شکنی نہ کی تھی عہد شکنی کے مرتکب کفار ہوئے تھے۔ ابو جندل کے معاملہ میں بھی اس کے باپ سہیل نے خواہ مخواہ ضد کی تھی ورنہ معاہدہ کے الفاظ کے مطابق بھی مسلمان صرف کسی ایسے شخص کی واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتے تھے . . .

. . . . . جو معاہدہ کے بعد مکہ والوں کے قبضہ میں ہوگا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی۔ ابو بصیر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کفار کے حوالے کر دیا۔ جب وہ مکہ سے مدینہ واپس آیا۔ اور معاً بعد مکہ کے نمائندے بھی اس کو بلانے وہاں پہنچ گئے۔ وہ دونوں ان کی نگرانی نہ کر سکے۔ اور پھر یہ بھاگ کر مدینہ آ گئے۔ پھر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ میں نہیں ٹھہرنے دیا۔

اب مکہ والوں نے عہد شکنی کی اور مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلہ پر حملہ کیا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے قول کے مطابق ظالم کو وہی سزا دے سکتا ہے جو خود اس جرم کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ چنانچہ حضور دس ہزار قدوسیوں کے جلو میں مکہ کے نواح میں اترے۔ مکہ کے سردار ابو سفیان نے جو یہ لشکرِ عظیم دیکھا تو گھبرا گیا۔ وہ خود اس واقعہ سے چھ سال قبل دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن وہ تو احزاب تھے مختلف قبائل کے لوگ مختلف سرداروں کی سرکردگی میں لوٹ مار کے لالچ میں اکٹھے کئے گئے تھے۔ ہر ایک سردار اپنی اپنی ڈفلی بجاتا۔ اور ہر قبیلہ اپنا راگ الاپتا تھا۔ لیکن یہاں تو دس ہزار ایک رنگ میں رنگین ایک سردار کی اطاعت میں خشیت اللہ کا سبق اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ[3]

---

[1] بحوالہ گروشنس The Law of war & peace

[2] انجیل یوحنا باب ۸ آیت ۷

[3] سورۃ بقرہ آیت ۱۹۱

(اور اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

پڑھتے ہوئے بنیان مرصوص کی شکل میں آ گئے تھے۔ اس اتحاد کا مقابلہ کرنا مکہ والوں کے بس کا روگ نہ تھا۔

آخر ابوسفیان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ امن کا خواہاں ہوا۔ اور وہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو محض امن کی خاطر مکہ کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے تاکہ وہاں کے سکون میں خلل نہ پڑے۔ اور آپ پر کسی بغاوت کا الزام نہ آئے۔ دس ہزار جاں نثاروں کے جھمگٹ میں بھی اسی طرح پھر امن و صلح کے دلدادہ ہیں جس طرح مکہ چھوڑا تھا کوئی کہہ سکتا تھا کہ بے یار و مددگار کمزور اگر جان بچا کر چپکے سے نہ جاتے تو کیا کرتے۔ اگرچہ دنیا کی تاریخ میں ایسی کمزور اقلیتوں کے ذریعہ ملکوں میں فساد برپا ہونا اور بیرونی امداد حاصل کرکے اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش ایک عام بات ہے لیکن امن و صلح کا رسول کیسے فتنہ و فساد کا راستہ اختیار کر سکتا تھا۔ اب مکہ فتح ہونے کا وقت ہے طاقت موجود ہے۔ اگر اسلامی لشکر کو ذرا سا اشارہ ہو تو دس ہزار مجاہدین ابھی یہاں کا نقشہ گرم کر دیں۔ اور مکہ کا ایک متنفس بھی باقی نہ رہے لیکن نہیں ہمارے آقا رحمۃ للعالمین محسن انسانیت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا کو یہ دکھانا چاہتا ہے کہ ہمارا رسول کمزوری کی حالت میں بھی امن و صلح کا [illegible] دنیا کی دلدادہ [illegible]

صلح کا شیدائی ہے۔ جیسے ہجرت سے قبل مکہ میں ظاہری مادی کمزوری کی حالت میں تھا۔ کیونکہ اس کو ہر حالت میں صدق و صفا کے ساتھ رحمت اور شفقت کا نشان بنایا گیا تھا خواہ مکہ کا جمال ہو یا مدینہ کا جلال۔ ہجرت کا خفیہ سفر ہو یا فتح کا غلغلہ۔ ہر حال میں اس کو یہی دعا سکھائی گئی تھی۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ
وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ [1]

اے رسول کہہ اے میرے رب مجھے نیک طور پر مکہ میں دوبارہ داخل کر اور ذکر نیک چھوڑنے والے طریق پر مکہ سے نکال

چنانچہ ابوسفیان کی اپیل پر کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کس قدر حلیم و کریم اور رشتہ کو ملانے والے ہیں۔ [2]

آپ نے فرمایا۔

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امن ہے۔ جو اپنا دروازہ بند کرے گا اس کو امن ہے اور جو مسجد حرام کعبہ میں داخل ہوگا اس کو امن ہے۔ جو حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے اس کو امن ہے۔ اور جو بلال کے جھنڈے کے نیچے آ جائے گا۔

۱۔ قرآن مجید ۲۔ سیرت ابن ہشام مترجمہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی [illegible]

اس کو امن ہے۔[1]

گھر کے اندر بھی امن اور باہر بھی امن۔ گویا اس طرح آپ نے سب کو امن دے دیا۔ مکہ بغیر خونریزی کے فتح ہو گیا۔ کفار کی غلطی سے ایک طرف سے معمولی جھڑپ ہوئی جس میں بارہ کفار مارے گئے۔ اور دو مسلمان شہید ہوئے کیا یہ فاتحین کا طریق ہے۔ شہر فتح ہوا اور شہر بھی وہ شہر۔ جہاں سے آپ کو کمزوری کی حالت میں نکالا گیا تھا مسلمانوں کو ہر ظلم کا تختۂ مشق بنایا گیا۔ آج وہ دشمن زیر ہوا لیکن نہ کوئی انتقام ہے۔ اور نہ فتح کا جشن۔ نہ چراغاں ہوا نہ دربار سجا۔ فاتحین کے بارے میں ہم پڑھتے ہیں۔ کہ وہ فتح سے قبل ہی اپنے مزعومہ مغلوب شہر میں اپنے جشن کے پروگرام بناتے ہیں کہ کہاں وہ اپنی ناؤ و نوش کی محفل لگائیں گے۔ لیکن معلوم ہے کہ مکہ کی فتح کے بعد پہلا کھانا کہاں کھایا اور کیا کھایا۔ اپنی چچا زاد بہن ام ہانی کے گھر جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بہن کھانے کو بھی کچھ ہے وہ کہتی ہیں کہ بھائی باسی روٹی اور سرکہ ہے۔ ایک صابرہ شاکرہ نبی ہی یہ کہہ سکتا ہے۔ کیا خوب اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور پھر ایک عاجز بندہ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر پورا یقین رکھتے ہوئے بسم اللہ علیٰ برکت اللہ کہہ کر کھانا کھاتا ہے۔ اور اختتام پر پھر اس سادہ اور غریبانہ کھانے کو کھا کر کہتا ہے۔

الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا وجعلنا من المسلمین۔[2]

سب تعریف اللہ کے لئے ہے کہ اس نے ہمیں کھانے اور پینے کو دیا اور پھر اپنے فرمانبردار بندوں میں بھی شامل ہونے کا فخر دیا۔

اور پھر اپنی بہن سے فرماتے ہیں:-

"بہن روٹی اور سرکہ بھی اللہ کی کیا خوب نعمت ہے۔"

وہ روٹی جو باسی تھی اور وہ سرکہ جو نہ معلوم کتنے عرصے کا پرانا تھا۔ افسوس کہ "ٹائن بی" نے تاریخ عالم کو تو خوب پڑھا تھا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کا مطالعہ نہ کیا اس لئے ایسے ظلم کا مرتکب ہوا کہ یہ مانتے ہوئے کہ آپ نے اپنی زندگی بطور نبی کے شروع کی۔ پھر آخر نتیجہ نکالا کہ مدینہ میں آکر جنگجو فاتح قیصر بن گئے۔ اللہ کو بھی اور اس کے رسول کو بھی پتہ تھا کہ دنیادار اور [illegible] متعصب لوگ اپنی زبان و قلم کو اس ناانصافی سے آلودہ کریں گے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجا جس نے پوچھا اے محمدؐ نبی بادشاہ بننا چاہتے ہو یا نبی بندہ بننا چاہتے ہو" حضور نے فرمایا "میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں"

---

[1] سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی

[2] سیرت حلبیہ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اسی لئے آپ باوجود فتوحات اور رعب کی سربراہی حاصل ہو جانے کے کبھی بادشاہوں کی طرح نہ رہے حتیٰ کہ آپ اپنے گھر میں بھی جہاں آپ اور آپ کے اہل خانہ ہی ہوا کرتے تھے کبھی پسند نہ فرمایا کہ کھانا کھاتے وقت آرام سے تکیہ لگا کر کھانا کھائیں[1] اور تکیہ لگاتے بھی تو کس کھانے کے لئے جبکہ دو دو ماہ ہو جاتے آپ کے گھر میں چولہا روشن نہ ہوتا اور کھجوروں یا دودھ یا خشک چیزوں کا روکھا سوکھا کھانا کھا کر اللہ کا شکر کیا کرتے تھے اور یہی کردار انتہائی کامیابی کے نقطۂ عروج یعنی فتح مکہ میں بھی رہا۔ اور ذرا آپ کے چہرہ یا حرکات و سکنات سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔ کہ آپ کوئی جنگ جیت کر فاتح بنے ہیں۔ بلکہ اس وقت بھی

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔

کے ارشاد ربانی کے مطابق عمل پیرا رہے۔

غرض جنگ کے کسی پہلو کو دیکھیں۔ جہاں عام طور پر انسانی کمزوری نمایاں طور پر اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ وہاں ہمارے آقا و مولیٰ سید الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخلاق کی اعلیٰ اقدار کو قائم فرماتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور اپنے قدم کو ڈگمگانے نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب غیر مسلم مصنفین نے تعصب سے بلند ہو کر تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا تو ابتدائی مسلمانوں کا کردار ان کو ہمیشہ دوسروں سے بہتر دکھائی دیا۔

برٹرانڈ رسل جیسا مصنف جو مذہبی لوگوں کو قطعاً کوئی رعایت دیئے جانے کا حقدار نہیں سمجھتا۔ مسلمانوں کی ابتدائی جنگوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ انہوں نے ظلم و ستم سے احتراز کرتے ہوئے غیر مسلموں کے ساتھ غیر معمولی رواداری اور فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔

" یہ خیال کہ جنگ میں دشمن کے خلاف تعصب فتح کا موجب ہوتا ہے۔ تاریخی طور پر بالبداہت غلط بات ہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے ابتدائی تصادم میں عیسائی متعصب تھے جبکہ فتوحات مسلمانوں کو نصیب ہوئیں عیسائی پروپیگنڈے نے مسلمانوں کی غیر رواداری کے بہت سے قصے گھڑے لیکن مسلمانوں کی ابتدائی صدیوں کی تاریخ کی رو سے وہ سب جھوٹ پر مبنی دکھائی دیتے ہیں۔۔۔۔ عیسائیوں کے مقابلہ میں جنہوں نے نہ صرف مشرکوں کو تعصب کے ساتھ طاقت سے مٹانے کی کوشش کی بلکہ آپس میں ایک دوسرے کو بھی مذہب کے اختلافات کی بناء پر ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ مسلمانوں کو ان کی

[1] ۔ طبقات ابن سعد [2] بخاری

روشن خیالی اور وسعت نظری کی وجہ سے ہر جگہ خوش آمدید کہا گیا اور بڑی حد تک یہ رواداری انکی فتوحات کا سبب بنی۔" ؎

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ رواداری اور غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک مسلمانوں نے کہاں سے سیکھا۔ برٹرانڈرسل خود کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ کردار ابتدائی دور میں تھا۔ اگرچہ معلوم ان کو بھی تھا۔ لیکن متعصبانہ ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے اس کا ذکر انہوں نے کھل کر نہیں کیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس ابتدائی دور میں مسلمانوں کا معلم حقیقی صرف ایک وجود باجود تھا جو بنی نوع انسان کو فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کی بشارت دے رہا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

کے مقام پر فائز کرتے ہوئے

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

کے شرف سے سرفراز فرمایا تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

؎ برٹرانڈرسل Human Society in Ethics & Politics
ناشر۔ George Allen &

ماہنامہ انصار اللہ کے سالانہ چندہ میں اضافہ

خریداران ماہنامہ "انصار اللہ" کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ ماہنامہ "انصار اللہ" بوجہ گرانی اخراجات کے بڑھ جانے کی وجہ سے مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ نے ماہ شہادت/اپریل سے ماہنامہ انصار اللہ کی سالانہ قیمت دس روپے کی بجائے صرف دو روپے کے اضافہ کے ساتھ مبلغ بارہ روپے سالانہ مقرر فرمائی ہے اگرچہ اخراجات کی کفالت کے لئے یہ رقم بھی کافی نہیں تاہم مجلس عاملہ نے فی الحال بارہ روپے سالانہ چندہ ہی منظور فرمایا ہے۔ تمام خریداران ماہنامہ انصار اللہ سے التماس ہے کہ وہ آئندہ بارہ روپے کے حساب سے ماہنامہ انصار اللہ کی ادائیگی فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

قدرت ثانیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (الوصیت صفحہ ۶، ۷)

"جب ایمان قوی ہو تو استقامت اور استقلال پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر انسان اپنی جان ومال کو ہرگز اس ایمان کے مقابلہ میں عزیز نہیں رکھ سکتا اور استقامت ایسی چیز ہے کہ اس کے مقابل کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۶)

از مکرم عبدالرحیم صاحب راٹھور

صبحِ خلافت

مژدۂ فصلِ بہارِ جاوداں ۔۔۔ صد مبارک آپ کو اہلِ وطن
آج کچھ رونق سوا ہے باغ میں ۔۔۔ دیدنی شمشاد کا ہے بانکپن
تختہائے گُل سجے ہیں ہر طرف ۔۔۔ صف بصف استادہ ہیں سرو و سمن
عقدِ مروارید لے کر آ گئے ۔۔۔ نرگسِ شہلا، گلاب و یاسمن
خوش گلو طائر فضا میں نغمہ خواں ۔۔۔ رقص ہے رنگیں گلوں کا در چمن
شوق سے نغمہ سرا ہوں عندلیب ۔۔۔ دُور ہیں بستان سے زاغ و زغن

محفلِ انجم کے ارکاں محوِ رقص
لو! فضا میں ناچتے ہیں نورتن

کن کی آمد ہے یہ محفل میں کہ یوں ۔۔۔ سج گئی ہے پھر گلوں سے انجمن
حُور و غلماں گُل بداماں با ادب ۔۔۔ جھُومتے ہیں شوق سے وہ سیم تن
کچھ کنواری نیک خو شہزادیاں ۔۔۔ آسمانی نور کے زیبِ تن

معرفت کی مشعلیں روشن کئے — منتظر صدیوں سے ہیں یہ گلبدن
بدرِ کامل شان سے طالع ہوئے — یا ہوا نورِ خدا جلوہ فگن
نازشِ بطحاؑ کے فرزندِ جلیل — وہ جری اللہ حقیقی بت شکن

کر کے قائم پھر خلافت کا نظام
جا رہے ہیں سوئے جنّاتِ عدن

حبّذا! صبحِ خلافت زندہ باد — مرحبا! نورِ خدا کی یہ کرن
نورِ حق سے پھر ہوا رشکِ چمن — بحر و بر، کُل خشک و تر، کوہ و دمن
قدرتِ ثانی کا بابرکت ظہور — دائمی ہے سلسلہ اے نیک ظن
نصرت و تائیدِ حق شامل رہے — رحمتِ باری ہو نازل دائماً
شکر للہ پھر کئی صدیوں کے بعد — ہو گئیں روشن عیونِ مرد و زن
نیک چہرے نور سے معمور ہیں — عید سے خوشتر ہے یہ روزِ حسن

دے رہی ہے غلبۂ حق کی نوید
زندۂ جاوید ہو روحِ چمن،

"چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۲)

مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وفات

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ
أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي
وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ط
قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي
أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ط
إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ
تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ
مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ
الْغُيُوبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا
مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ج
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ
الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَىٰ
كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (المائدہ)

ترجمہ:- اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ بن مریم۔ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو۔ تو اس نے جواب دیا کہ (ہم) تجھے (تمام عیبوں سے) پاک قرار دیتے ہیں میری شان کے شایاں نہ تھا کہ میں (وہ بات) کہتا جس کا مجھے حق نہ تھا اور اگر میں نے ایسا کہا تھا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوگا جو کچھ میرے جی میں ہے تو جانتا ہے۔ اور جو کچھ تیرے جی میں ہے میں نہیں جانتا۔ تو یقیناً (سب) غیب کی باتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ میں نے ان سے صرف وہی بات کہی تھی جس کا مجھے حکم دیا تھا۔ یعنی یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا (بھی) رب ہے تمہارا بھی رب ہے۔ اور جب تک میں ان میں (موجود) رہا میں ان کا نگران رہا۔ مگر جب تو نے میری روح قبض کر لی تو تو ہی ان پر نگران تھا۔ (اور تو ہر چیز پر نگران ہے)

(۱) قرآن کریم میں اشارۃ النص کے ذریعہ سے اور احادیث صحیحہ میں کھلے طور پر امت محمدیہ میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ صحابہ کرام و

تابعین کا زمانہ گزرنے کے بعد اسرائیلی روایات کے زیر اثر مسلمانوں میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے اصل وجود کے ساتھ ہی آخری زمانے میں نزول فرما ہوں گے جیسا کہ خود حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایلیاؑ کے اصالتاً نازل ہونے کا عقیدہ پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیا تو یوحنا
بپتسمہ دینے والے کی صورت میں
آچکا۔ چاہو تو مانو چاہو تو نہ مانو۔

بعینہٖ یہی صورت یہاں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تیس آیات قطعیۃ الدلالت سے حضرت مسیح ناصری اسرائیلی نبی علیہ السلام کا وفات پا جانا ثابت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اگر فی الواقعہ کائنات کے کسی بھی گوشہ میں مسیح ناصری علیہ السلام زندہ ہیں۔ تو پھر وہی مسیح موعود ہیں جنہوں نے اس امت میں آنا ہے اور میرا دعویٰ غلط ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم سے قطعی طور پر ان کی وفات ثابت ہے۔ اور [illegible] جو اس رکوع میں ہے۔ اس بارہ میں [illegible] اس بارہ میں نص صریح ہے۔

قرآن کریم کی رو سے وفات مسیح علیہ السلام صاف طور پر ثابت ہے جس سے یہ امر کھل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام [illegible]

مراد ان کے مثیل و بروز کا نزول ہے۔ نہ ان کا اصالتاً دنیا میں تشریف لانا۔ اس لحاظ سے یہ مسئلہ احمدیہ علم کلام میں ایک بنیادی مسئلہ ہے۔

دوسری اہمیت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حیات مسیح کے عقیدہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی باقی سب انبیاء پر ایک قسم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لئے تو یہ انتہائی غیرت کا مقام ہے کہ سرور کونین صلے اللہ علیہ وسلم تو اسی زمین میں مدفون ہوں۔ اور عیسےٰ علیہ السلام زندہ بجسد عنصری آسمانوں پر اٹھائے جائیں۔ ؎

غیرت کی جا ہے عیسےٰ زندہ ہو آسمان پر
مدفون ہو زمیں میں شاہ جہاں ہمارا

اس عقیدہ کی وجہ سے بے شمار مسلمان عیسائی ہو گئے۔ کیونکہ خود علمائے اسلام اس حیات مسیح کے عقیدہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی برتری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تسلیم کرتے تھے۔ ایک سچے مسلمان کے لئے کسی طور پر بھی یہ امر قابل برداشت نہیں۔ پس حیات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ کی نفی کسر صلیب کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس لحاظ سے بھی وفات مسیح کا مضمون بہت اہمیت کا حامل ہے۔ پس یہ آیت ہمارے سلسلہ کے علم کلام میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔

۲۔ اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ آیا مسیح علیہ السلام سے یہ سوال و جواب زمانہ برزخ میں نزول قرآن کے وقت ہو چکا تھا یا آئندہ قیامت کو ہوگا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالۂ اوہام میں اسے نحوی قواعد کے تحت ایک لحاظ سے ماضی کا واقعہ بھی قرار دیا ہے۔ اور ایک لحاظ سے براہین احمدیہ حصہ پنجم اور پھر حقیقۃ الوحی میں اسے قیامت کا واقعہ بھی قرار دیا ہے۔

خاکسار اس سے یہی سمجھا ہے کہ یہ دونوں زمانوں کا واقعہ ہے۔ نزولِ قرآن سے قبل کا بھی اور پھر اولین اور آخرین کے سامنے عیسائیوں کو ملزم و شرمندہ کرنے کے لئے قیامت کو بھی ہوگا۔ جس پر آیت

ویوم القیامۃ یکون علیھم
شھیداً (نساء ۱۵۹)

گواہ ہے پر ان دونوں صورتوں میں ہمارے استدلال پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب سبحانک تُو پاک ہے۔ یعنی ہر غلطی کمزوری اور عیب سے پاک ہے۔ حضرت عیسےٰ فرماتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ میں نے کوئی ایسی بات کہی ہو۔ ورنہ اے خدا تیری سبوحیت یعنی تیرے بے عیب ہونے پر حرف آتا ہے کہ تو نے ایک ایسے شخص کو اپنا رسول اور نبی بنا کر بھیجا بلکہ اسے ظاہر طور پر عطر رضا سے ممسوح کیا۔ جس نے آئندہ جا کر لوگوں کو شرک کی تعلیم دینی تھی۔ مگر اے خدا یہ نقص اور کمزوری تیری طرف ہرگز ہرگز منسوب نہیں ہو سکتی۔ پس تیرا سبوح ہونا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ میں اس معاملہ میں بری الذمہ ہوں۔

وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ

اے خدا تو جانتا ہے کہ میں نے ایسی کوئی تعلیم نہیں دی۔ مگر مجھے پتہ نہیں کہ تو نے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا ہے۔ اور تیرا اس سوال کرنے سے کیا ارادہ ہے۔

انبیاء سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی خشیت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ڈرتے ہیں کہ شاید مجھ سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ اور شاید اس پر یہ جواب طلبی ہوئی ہے۔ اس لئے حیرانی کے عالم میں کہتے ہیں۔ کہ مجھے پتہ نہیں کہ اس سوال کرنے سے تیرا کیا ارادہ ہے

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ

عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے دنیا کے سامنے تین خداؤں کے وجود کو پیش کیا۔ یعنی تثلیث کی منادی کی۔ اس کے بالمقابل قرآن کریم کا یہ دعوے ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے توحید ہی کی منادی کی۔ اور ان کی تعلیم بھی یہی تھی کہ صرف اور صرف خدائے واحد کی پرستش کرنی چاہیئے۔

انجیل پر ایک نظر ڈالنے سے قرآنی دعوے کی صداقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

متی ۴: ۱۰-۱۱۔ متی ۱۹: ۱۸-۱۹ اور مرقس ۱۰: ۱۸-۱۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہمیشہ خدائے واحد کی عبادت کا حکم ہی دیتے رہے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ

۱۔ ان پر ہر دو زمانے آئے ہیں۔ ایک وہ زمانہ جس میں وہ اپنی قوم میں موجود رہے اور ان کی نگرانی کرتے رہے۔

۲۔ ایک وہ زمانہ جس میں وہ اپنی قوم میں موجود نہ رہے اور اس زمانہ کے حالات سے وہ قطعی لاعلمی اور بے خبری کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرکے عرض کرتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں میں تو اپنی قوم میں موجود نہ تھا۔ بلکہ اس وقت تو اے خدا تو ہی ان کے حالات پر نگہبان تھا۔ گویا اس وقت کے حالات کا صرف تجھے ہی علم ہے۔ مجھے کوئی علم نہیں۔

۳۔ ان دونوں زمانوں میں حدِ فاصل تَوَفَّیْتَنِیْ یعنی ان کی وفات ہے نہ کہ کوئی اور واقعہ

۴۔ عیسائیوں کا غلط عقائد اختیار کرنا اور شرک میں ملوث ہونا ان کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے۔ ان کی زندگی میں قطعاً ایسا نہیں ہوا۔

یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ نزولِ قرآن کے وقت عیسائی بگڑ چکے تھے۔ اور اس سے صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی تھی۔

حیاتِ مسیح کے قائلین کی طرف سے اس آیت کے متعلق یہ موقف اختیار کیا جاتا ہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے معنے ہیں جب تو نے مجھے بجسم عنصری آسمان پر اٹھا لیا لیکن یہ معنی عربی اور قرآن کریم کے محاورے کے بالکل خلاف ہیں۔ قرآن کریم میں قریباً ۲۵ مرتبہ "توفّی" کا لفظ باب تفعّل سے استعمال ہوا ہے۔ اور ہر جگہ اس کے معنی قبض روح (قبض جسم کے بغیر) کئے جاتے ہیں۔ ہاں اگر فقرہ میں لفظ اللیل یا منام یعنی رات اور نیند وغیرہ کا لفظی قرینہ موجود ہو۔ تو اس وقت توفّی کے معنی عارضی قبض روح کے یعنی نیند وارد کرنے کے ہوں گے۔ اگر کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو معنی دائمی قبض روح یعنی موت دینے کے ہیں۔ قرآن کریم کے اس محاورہ کے خلاف کسی دوسرے معنی میں اس باب سے توفّی کے استعمال کی عربی زبان میں ایک مثال بھی نہیں پائی جاتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بارہ میں علماء کو مخاطب کرکے ایک چیلنج دیا تھا۔ جو آج بھی قائم ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کا چیلنج

آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعض علمائے وقت کو اس بات پر سخت غلو ہے کہ ابن مریم فوت نہیں ہوا۔ بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اور حیاتِ جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے۔ اور نہایت بے باکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت

مسیح کی نسبت آیا ہے۔ اس کے معنے وفات دینا نہیں بلکہ پورا لینا ہے یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا۔ مگر ایسے معنے کرنا ان کا سراسر افترا ہے قرآن کا عموماً التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارہ میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض روح اور وفات دینے کے معنوں پر ہر ایک جگہ اس کو استعمال کرتا ہے۔ یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے۔

جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے۔ اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو بلکہ جہاں کہیں توفّی کے لفظ کو خدا تعالےٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے۔ نہ قبض جسم کے معنی پر۔ کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں۔ کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں۔ غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن شریف یا کسی حدیث رسول اللہ سے یا اشعار و قصائد نظم و نثر [illegible]

جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالےٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے۔ یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ایکہزار روپیہ نقد دوں گا۔ اور اس کے کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرونگا

..... اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جنہوں نے غرور اور تکبر کی راہ سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ توفّی کا لفظ قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے۔ اس کے معنے پورے لینے کے ہیں۔ یعنی جسم اور روح کو بہیئت کذائی زندہ ہی اٹھا لینا اور وجود مرکب جسم اور روح میں سے کوئی حصہ متروک نہ چھوڑنا بلکہ سب کو بحیثیت کذائی اپنے قبضہ میں زندہ اور صحیح سلامت لے لینا۔ سو انہی معنے سے انکار کر کے یہ شرطی اشتہار ہے۔"

انصاراللہ کا عہد

ہمارے سالانہ اجتماع اکتوبر ۱۹۵۶ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے انصاراللہ کے لئے مندرجہ ذیل عہد منظور فرمایا۔ سب مجالس اسے اپنے اجتماعات میں بالالتزام دہرایا کریں۔ (قائد عمومی)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔"

سید عبد الحی

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب علیہ الرحمۃ

تعارف

حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ گدی نشین چاچڑاں شریف و پیر نواب صاحب بہاول پور کے جد اعلیٰ حضرت خواجہ محمد شریف سلسلہ سہروردیہ کے ایک بزرگ تھے اور آپ کے والد خواجہ خدا بخش محبوب الٰہی ایک متبحر عالم اور بلند مقام درویش تھے نواب صاحب بہاولپور کی دعوت پر آپ نے کوٹ مٹھن شریف سے سکونت ترک کر کے چاچڑاں شریف میں قیام فرمایا تھا۔ ۱۲۶۹ھ میں آپ کی وفات پر آپ کے بڑے صاحبزادے خواجہ غلام فخر الدین سجادہ نشین ہوئے اور ۱۲۸۸ھ میں ان کی وفات پر حضرت خواجہ غلام فرید صاحب جن کی عمر اس وقت صرف ۲۷ سال تھی مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے

خواجہ غلام فرید کی پیدائش ۲۷ ذیقعد ۱۲۶۱ھ کو ہوئی آپ کو بچپن سے ہی علوم دینیہ کے حصول کا شغف تھا علوم ظاہریہ سے فراغت پا کر آپ نے اپنے بڑے بھائی خواجہ غلام فخر الدین علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تصوف میں آپ کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ جمالیہ ہے۔ آپ کو علوم اسلامیہ کے تمام اہم شعبوں اور علوم جدیدہ پر عبور حاصل تھا۔ لیکن تصوف سے طبیعت کو خاص مناسبت تھی۔ پاک باطن اور نیک فطرت تھے۔ آپ کی مجلس کا رنگ خاص علمی اور روحانی تھا۔ آپ نے ۵۸ سال کی عمر میں ۷ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۲ء کو وفات پائی۔

آپ کے عقاید

آپ کے ملفوظات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسائل پر آپ کی نظر گہری تھی۔ خاص طور پر وہ مسائل جن کا اس زمانے میں تعلق ہے ذیل میں ان کے ملفوظات میں سے چند حوالے قارئین کی دلچسپی کے لیے درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک شخص نے دریافت،

کیا کو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے تھے یا معروف موت کے بعد آپ کی روح مرفوع ہوئی! آپ نے فرمایا کہ باقی انبیاء اور اولیاء کی طرح مرفوع ہوئے ہیں۔" (مقبوس ۶۰ بروز یکشنبہ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ مقابیس المجالس جلد چہارم ص۴۳)

(۲) امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخص ہے

"حضرت اقدس تسبیح ہاتھ میں لیے وظائف پڑھ رہے تھے آپ نے حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی سے فرمایا کہ ہیچ نامہ پڑھو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چنانچہ اس آدمی نے کتاب پڑھنا شروع کیا اور آپ سنتے رہے۔ جب ذکر امام مہدی تک پڑھا جا چکا تو آپ نے فرمایا کہ کتاب اقتباس الانوار لاؤ۔ خادم نے کتابوں کا صندوق کھولا اور وہ کتاب لاکر آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے تسبیح پلنگ پر رکھ دی اور کتاب کھول کر فرمایا کہ یہ بادشاہ کتاب ہے (یعنی کتابوں کا سردار اور شاندار کتاب ہے) آپ نے تین مقام پر کتاب پڑھی ان میں سے ایک یہ ہے۔

"ولایت مطلقہ عامہ کے خاتم
حضرت عیسیٰ ... ہیں تو ...
زمانے ... امام مہدی ہوں گے
کسی کا یہ قول صحیح ہے کہ امام
مہدی ہی عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

کیونکہ اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے کہ لا مھدی الا عیسیٰ بن مریم عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں۔" (مقبوس ۶۱ ۹ ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ۔ مقابیس المجالس ص۱۶۰ جلد دوم)

(۳) امام مہدی بروز محمد ہوں گے

"حضرت اقدس نے فرمایا کہ شیخ اکبر قدس سرہ کے کلام میں آیا ہے کہ القطب الذی لم یمت ابداً واحد وھو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر خاتم الولایت امام مہدی تک حضور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم بارز ہیں۔ پہلی بار آپ نے حضرت آدم علیہ السلام میں بروز کیا ہے ۔ ۔ ۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد عنصری (جسم) سے تعلق پیدا کر کے جلوہ گر ہوئے اور دائرہ نبوت ختم کیا اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق میں بروز فرمایا۔ پھر حضرت عمر میں بروز فرمایا۔ پھر حضرت عثمان میں بروز فرمایا اس کے بعد حضرت علی میں بروز فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حتیٰ کہ امام مہدی میں بروز فرمائیں گے۔ پس حضرت آدم سے امام مہدی تک جتنے انبیاء اور اولیاء قطب مدار ہوئے ہیں تمام روح محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے مظاہر ہیں اور روح محمدی نے ان کے

اندر بر دہ فرمایا ہے"۔
(مقبوس ۶۴ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ
مقابیس المجالس صفحہ ۱۹۲۔)

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب علمائے وقت کی طرف سے فتوے ہائے کفر لگائے گئے تو حضور نے سنت انبیاء کے مطابق ایسے تمام علماء کو جو آپ کو آپ کے دعاوی میں سچا نہیں سمجھتے تھے یا آپ کی تکفیر کے موقع پر خاموش تھے مباہلہ کی دعوت دی۔ آپ نے حضرت خواجہ غلام فرید کو بھی یہ اشتہار بھجوا دیا۔ جس کے جواب میں حضرت خواجہ صاحب نے اپنی روحانی بصیرت سے روشنی پا کر حضور کی خدمت میں ۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء کو لکھا:

إِعْلَمْ يَا أَعَزَّ الْأَحْبَابِ
إِنِّي مِنْ بَدْءِ حَالِكَ
وَاقِفٌ عَلَى مَقَامِ
تَعْظِيمِكَ لِنَيْلِ
الثَّوَابِ۔ وَمَا جَرَتْ
عَلَى لِسَانِي كَلِمَةٌ فِي
حَقِّكَ إِلَّا بِالتَّبْجِيلِ
وَرِعَايَةِ الْأَدَابِ وَأَنَا
أُطْلِعُكَ أَنِّي مُعْتَرِفٌ
بِصَلَاحِ حَالِكَ بِلَا ارْتِيَابٍ
وَمُوْقِنٌ بِأَنَّكَ مِنْ
عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ۔

مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اس کتاب کے ایک جزو کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھا پڑھا ہے۔ سو اے ہر ایک حبیب سے عزیز تر! آپ کو معلوم ہو کہ میں ابتداء سے ہی آپ کے لئے تعظیم کے مقام پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل ہو۔ کبھی میری زبان پر بجز تعظیم و تکریم اور رعایت آداب کے آپ کے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اب میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ آپ کے نیک حال کا معترف ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے ہیں۔

اس کے بعد حضور کی طرف سے اس خط کا جواب جانے پر خواجہ صاحب نے دوسرا خط ۲۷ شعبان ۱۳۱۴ھ کو لکھا اور اس میں اپنے اخلاص اور محبت کے اظہار

کے بعد حضور سے لیکچر جلسہ اعظم مذاہب جو اسلامی اصول کی فلاسفی کے نام سے معروف ہے منگوایا۔ حضرت خواجہ صاحب کے تیسرے خط میں جو آپ نے ۴ر شوال ۱۳۱۴ھ کو تحریر فرمایا تھا۔ آپ نے حضور کو مجاہد فی سبیل اللہ کا خطاب دیا اور لیکچر اسلامی اصول کی فلاسفی کی بہت تعریف فرمائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خواجہ صاحب کے خطوط کی بہت قدر دانی فرمائی اور ایک طویل فارسی قصیدہ میں آپ کے صدق اور اخلاص کی تعریف کی ہے یہ ساری خط و کتابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شوال ۱۳۱۴ھ میں ہی اپنی کتاب سراج منیر میں شائع فرمائی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف

حضرت خواجہ صاحب کی مشہور تصانیف پانچ ہیں:

۱۔ دیوان فریدی۔ آپ کے سرائیکی منظوم صوفیانہ کلام کا مجموعہ

۲۔ فوائد فریدیہ۔ سلوک و ولایت کے متعلق فارسی زبان میں آپ کے افادات کا مجموعہ

۳۔ مناقب فریدیہ

۴۔ [illegible] فریدیہ۔ سرائیکی زبان میں آپ کے فارسی کلام پر [illegible]

۵۔ اشارات فریدی یا مقابیس المجالس۔ یہ کتاب حضرت خواجہ صاحب کے ملفوظات کا گراں قدر مجموعہ ہے۔ جنہیں آپ کے مخلص مرید اور خلیفہ مولانا رکن الدین نے فارسی میں جمع کیا ہے۔ ان ملفوظات کے مستند ہونے پر یہ حقیقت گواہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اپنی زندگی میں خود اس تصنیف کو لفظاً لفظاً سنا اور مناسب مقامات پر اس کی تصحیح بھی فرماتے رہے۔ (دیکھئے مقابیس المجالس کا اردو ترجمہ ص۶۹۸، ص۷۱۱، ص۷۱۲، ص۸۵۴، ص۹۰۰ و ص۹۰۴)

اس کی پہلی تین جلدیں جو ۱۹ رجب ۱۳۱۰ھ سے ۱۳ ذی الحج ۱۳۱۴ھ تک کے ملفوظات پر مشتمل ہیں۔ آپ کے خلیفہ جانشین خواجہ محمد بخش کی زیر سرپرستی نواب محمد عبد العلیم والی ٹونک نے جو حضرت خواجہ صاحب کے راسخ العقیدہ مرید تھے آپ کے وصال کے دو سال بعد یعنی ۱۳۲۱ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے طبع کروائیں۔ چوتھی جلد زیر سرپرستی خواجہ فیض احمد ۱۳۲۶ھ میں لاہور سے طبع ہوئی تھی اور پانچویں جلد اب تک غیر مطبوعہ تھی۔ پہلی تین جلدوں میں جابجا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے جس کا ذکر ہمارے لٹریچر میں آچکا ہے۔

اشارات فریدی کا اردو ترجمہ

حال ہی میں

سال رواں ~~۱۹۷۰ء~~ ۱۹۰۹ میں اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور اور صوفی فاؤنڈیشن بہاولپور کی طرف سے اشارات فریدی کی پانچوں جلدوں کا اردو ترجمہ کپتان واحد بخش صاحب سیال کے تحقیقی نوٹس کے ساتھ مقابیس المجالس کے نام سے شائع ہوا ہے۔ کپتان صاحب نے ترجمہ و تحقیق میں قابل قدر محنت فرمائی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس اردو ترجمہ میں اشارات فریدی کی جلد سوم میں مذکورہ خط و کتابت خارج کر دی گئی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ہوئی تھی۔ مترجم نے اس حذف کی جو وجوہات لکھی ہیں۔ وہ ایک دوسری سے متضاد ہیں۔

پہلا موقف

خط و کتابت کا اقرار۔ مترجم نے ایک طرف تو ایسے شواہد خود پیش کیے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اور حضرت مرزا صاحب کے درمیان خط و کتابت ضرور ہوئی تھی۔ انہوں نے خواجہ محمد بخش کے خلیفہ مولانا نور احمد فریدآبادی کی یہ شہادت پیش کی ہے:

۱۔ "حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے غلام احمد قادیانی کو جب کہ اس کے ... اعمال درست تھے۔ بعنوان عباد اللہ الصالحین لکھا تھا لیکن مابعد جب اس کی حقیقت کھل گئی مرزا کو برا کہا اور انکار کیا (ص ۱۶۹ وجہ اوّل)

۲۔ خواجہ معین محمد سجادہ نشین شیدانی شریف کا موقف یہ ہے کہ:

"مرزا صاحب نے جو خط خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں لکھا اس کے جواب میں حضرت صاحب موصوف نے اس کو 'عباد الصالحین' لکھا مگر بعد میں جب اس کے عقاید طشت از بام ہوئے تو اعلانیہ صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غلطی سے لکھا ہے۔

(ص ۱۷۴ وجہ دوم)

۳۔ ساتویں وجہ میں مترجم نے ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے اخبار اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۵ کا جو عکس پیش کیا ہے اس میں بھی یہ تحریر ہے:۔

"وہ خطوط ثلاثہ جو حضرت (خواجہ غلام فرید ناقل) کی طرف سے قادیانی کو پہنچے ہیں قادیانی کی برأت و توثیق کے دلائل نہیں بن سکتے"۔ (ص ۱۵۵)

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خواجہ صاحب کے درمیان تین خطوط تک باہم مراسلت ہوئی تھی۔ باقی رہا یہ امر کہ حضرت خواجہ صاحب نے مرزا صاحب کے دعاوی سے ناواقفیت کی بنا پر محض حسن ظنی

سے یہ خطوط لکھے تھے۔ تاریخی حقائق اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

دوسرا موقف۔

<u>خط و کتابت ہوئی ہی نہیں</u> مترجم نے لکھا ہے کہ جب اشارات فریدی پہلی دفعہ آگرہ سے چھپ کر آئی تو حضرت خواجہ غلام فرید کے فرزند اور خلیفہ خواجہ محمد بخش نے کتاب دیکھ کر حکم دیا کہ اس خط و کتابت کو کتاب سے خارج کر دیا جائے کیونکہ ہمارے والد ماجد کے یہ عقائد تھے نہ ہمارے خاندان کے ہیں۔ اور پھر مترجم نے لکھا ہے

"حضرت خواجہ صاحب کا لوگوں کے ساتھ جس قدر خط و کتابت لین دین اور گفتگو ہوتی تھی حضرت خواجہ محمد بخش اس سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اور آپ کے محرم راز تھے۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ مرزا قادیانی کو حضرت اقدس نے کوئی خط لکھا ہو اور اس کا علم آپ کے ہر وقت حاضر باش فرزند دلبند اور خلیفہ و جانشین کو نہ ہو"

(ص۶۹)

تیسرا موقف

<u>خط و کتابت جعلی اور الحاقی ہے</u> مترجم نے ایک موقف یہ بھی اختیار کیا ہے کہ اشارات فریدی میں درج شدہ ساری خط و کتابت جعلی اور الحاقی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے دربار شریف میں احمد اختر نامی ایک احمدی بڑے با اثر تھے وہی خواجہ صاحب کی ساری خط و کتابت سر انجام دیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہی یہ خطوط خود لکھ کر خواجہ صاحب کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔"

(مقابیس المجالس ص۵۵)

ان وجوہات کا جواب

اوّل تو مترجم کا تین متضاد موقف اختیار کرنا ہی اس کی تغلیط کے لئے کافی ہے۔ پھر بھی اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے مسیح موعود علیہ السلام کے نام تینوں خطوط ۱۳۱۴ھ ہجری (مطابق ۱۸۹۷ء) میں ۲۷ رجب - ۲۷ شعبان اور ۱۴ شوال کو لکھے گئے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ ساری خط و کتابت اپنی کتاب سراج منیر میں ۱۹ شوال ۱۳۱۴ھ (مطابق ۱۸۹۷ء) کو ہی شائع فرما دی تھی یعنی آخری خط کے تحریر ہونے کے صرف پندرہ روز بعد۔ خواجہ غلام فرید سراج منیر کی اشاعت کے بعد پانچ سال تک زندہ رہے ہیں اگر یہ خط و کتابت جعلی ہوتی تو ان کی طرف سے اس کی تردید ضرور شائع ہوتی۔ بخاص طور پر اس وقت جب مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی غلام دستگیر خواجہ صاحب سے

فیوض کسب حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس گئے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں تسلیم کرتے ہیں کہ خواجہ صاحب کی طرف سے مرزا غلام احمد صاحب کی طرف خطوط ثلاثہ (تین خطوط) لکھے گئے ہیں

اب رہا پہلا موقف کہ حضرت خواجہ صاحب مرزا صاحب کے دعاوی سے پوری طرح آگاہ نہ تھے اس لئے آپ نے محض حسن ظن کے طور پر آپ کو من عباد اللہ الصالحین لکھا۔ یہ بھی درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوت مباہلہ پر مشتمل جو پہلا خط حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کو بھیجا اس میں تفصیل سے آپ نے ملہم من اللہ مجدد صدی چہاردہم اور مہدی معہود ہونے کا دعوے فرمایا ہے۔ اس کو پڑھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ خواجہ صاحب مرزا صاحب کے دعاوی سے آگاہ نہیں تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دعوت مباہلہ میں فرماتے ہیں:

"ہاں ایک بات ضرور ہے جس کے لئے یہ اشتہار مباہلہ لکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف فرما کر اس صدی چہاردہم کا مجدد قرار دیا ہے اور ہر ایک مجدد کا بلحاظ حالت موجودہ زمانہ کے ایک خاص کام ہوتا ہے جس کے لئے وہ مامور کیا جاتا ہے سو اس سنت اللہ کے موافق یہ عاجز صلیبی شوکت توڑنے کے لئے مامور ہے ...... پس خدا نے اپنے وعدہ کے موافق چاہا کہ اس صلیبی فتنہ کو پارہ پارہ کرے اور اس نے ابتداء سے اپنے نبی مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ خبر دی تھی کہ جس شخص کی ہمت اور دعا اور قوت بیان اور تاثیر کلام اور انفاس کافر کش سے یہ فتنہ فرو ہوگا۔ اسی کا نام اس وقت عیسیٰ اور مسیح موعود ہوگا۔" (انجام آتھم ص ۴۶)

نیز فرمایا کہ "ایک تقویٰ شعار آدمی کے لئے یہ کافی تھا کہ خدا نے مجھے مفتریوں کی طرح ہلاک نہیں کیا بلکہ میرے ظاہر اور باطن اور میرے جسم اور میری روح پر وہ احسان کئے جن کو میں شمار نہیں کر سکتا۔ میں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعویٰ کیا اور اب میں بوڑھا ہو گیا اور ابتداء دعوے پر بیس برس سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا۔ ...... اور مجھے اس نے عمر دراز بخشی اور ہر ایک مشکل میں میرا متکفل اور متولی رہا۔ پس کیا ان لوگوں کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں جو خدا تعالےٰ پر افترا باندھتے ہیں۔ اب بھی اگر مولوی صاحبان مجھے مفتری سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر ایک اور فیصلہ ہے اور وہ یہ کہ میں ان الہامات کو ہاتھ میں لے کر جن کو میں شائع کر چکا ہوں مولوی صاحبان سے مباہلہ کروں اس طرح پر کہ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر بیان کروں کہ میں درحقیقت اس کے شرف مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوں۔ اور درحقیقت اس نے مجھے چہاردہم صدی کے سر پر بھیجا ہے کہ تا میں اس فتنہ کو فرو کروں کہ جو اسلام کے مخالف سب سے زیادہ فتنہ ہے اور اسی نے میرا نام عیسیٰ رکھا ہے۔"

(انجام آتھم صفحہ ۵۱)

آخر میں آپ نے فرمایا "میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری

دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آئیں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا۔ اگرچہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کر دوں گا۔ اور اگر میں مر گیا تو ایک خبیث کے مرنے سے دنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائے گا۔"

(انجام آتھم صـ ۶۷)

مترجم نے خط و کتابت کو خارج کرنے کی چوتھی وجہ یہ لکھی ہے کہ نہ مرزا قادیانی کے کسی خط میں نبوت کا دعوٰے کیا گیا ہے اور نہ حضرت اقدس (خواجہ غلام فرید) کی طرف منسوب کئے جانے والے کسی خط میں نبوت کی تائید کی گئی ہے۔ اس لئے اب ہم مسلمانوں اور قادیانیوں، دونوں کے نقطۂ نظر سے یہ خط و کتابت بے کار پلندہ کی حیثیت رکھتی ہے اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اگر مرزا صاحب امامت پر اکتفا کرتے تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہ تھا۔"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مترجم کے نزدیک خط و کتابت درست ہوئی ہے اور حضرت خواجہ صاحب حضرت مرزا صاحب کی امامت کے معترف تھے۔ ہمارا موقف یہی ہے۔ کہ دعوت مباہلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مجدد صدی چہاردہم۔ اور مسیح موعود ہونے کا دعوٰے کیا ہے خواجہ صاحب اسی کے مؤید ہیں۔ اور ان دعاوی کے باوجود آپ کو

من عباد الله الصّالحين

سمجھتے ہیں۔

آخر میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ مترجم نے لکھا ہے کہ خط و کتابت ایک احمدی مولوی غلام احمد اختر نے اشارات فریدی میں جعل سازی سے شامل کی ہے (مقابیس المجالس صـ ۵۵) اور اس کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ مشہور مقدمہ بہاولپور میں مدعا علیہ کی طرف سے دو احمدی عالم مولوی جلال الدین صاحب شمس اور مولوی غلام احمد بطور گواہ پیش ہوئے تھے۔ یہ وہی مولوی غلام احمد ہیں جو حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے دربار میں ایک با اثر شخص تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ مقدمہ بہاولپور میں بطور گواہ پیش ہونے والے احمدی مبلغ مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی تھے۔ جو خواجہ صاحب کے معتقد مرید غلام احمد اختر سے مختلف شخصیت ہیں۔

اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کیجئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :-

اھل تقویٰ کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔ یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے۔ جس کے ذریعہ سے ھمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ھے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کیلئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ھی ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ھوتا ہے اور ایسا ھی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ھوتا ہے کیونکہ غضب اس وقت ھوگا۔ جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ھے۔ میں نہیں چاھتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں۔ یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ھے کہ بڑا کون ھے۔ یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ھے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ھلاکت کا باعث ھو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ھیں۔ لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔ اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزت کرے کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان۔ ومن لم یتب فاولئك هم الظلمون (الحجرات ۱۲) تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ھے۔ وہ نہ مرے گا جبتک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ھو گا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ھی چشمہ سے کل پانی پیتے ھو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ھو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ھے جو متقی ہے۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر۔ (الحجرات : ۱۴)

یہ جو مختلف ذاتیں ھیں۔ یہ کوئی وجہ شرافت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے محض عرف کیلئے یہ ذاتیں بنائیں اور آجکل تو صرف بعد چار پشتوں کے حقیقی پتہ لگانا ھی مشکل ہے متقی کی شان نہیں کہ ذاتوں کے جھگڑے میں پڑے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ میرے نزدیک ذات کوئی سند نہیں۔ حقیقی مکرمت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہے۔

خدا کے کلام سے پایا جاتا ہے۔ کہ متقی وہ ھوتے ھیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ھیں۔ وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ ان کی گفتگو ایسی ھوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے۔ ھم کو ھر حال میں وہ کرنا چاھئیے۔ جس سے ھماری فلاح ھو۔ اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں۔ وہ خاص تقویٰ کو چاھتا ہے۔ جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا۔

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا